OPEN ACCESS
AL-TABYEEN
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: ***Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.***

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jul-Dec-2021
Vol: 5, Issue: 2
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

ڈاکٹر محمد وارث علی*

ABSTRACT

Al-Shāfiʿī (150-204) is the founder of fiqh-al-Shāfiʿī. He was a great scholar of Ḥadīth and jurisprudence. He started to discuss the Ḥadīth sciences and wrote Ikhtilāf-al-Ḥadīth. In this article the methodology and style of al-Shāfiʿī regarding principles of preference in solving Contradictory Ḥadīth has been discussed and analysed in the light of his book Ikhtilāf-al-Ḥadīth. He has discussed many issues which he has solved by giving preference to one Ḥadīth on another. He prefers a Ḥadīth to the other on the base of some particular reason. For example, he preferred the Ḥadīth narrated by Abdullah bin Abbas with an argument that this Ḥadīth has more detail than the other in the matter of *tayamum* and the prayer when the sun or moon is eclipsed.

Keywords: حدیث ، بین النصوص ، متعارض ، مرجوح ، نسخ

امام شافعی (150 تا204) تیسری صدی ہجری کے محدث اور فقیہہ ہیں انہوں نے حدیث اور فقہ دونوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ متعارض احادیث میں بظاہر موجود تعادض کو دور کرنے کے لئے جو اصول متعارف کروائے گئے ہیں جن میں نسخ، ترجیح اور جمع بین النصوص اہم ہیں۔ امام شافعی نے ان کو عملی شکل میں لاگو کر کے اختلاف کو دور کیا۔ متعارض ادلہ کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے ایک اہم اصول ترجیح بین النصوص ہے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گیریژن یونیورسٹی، لاہور

جب نسخ کا اصول کارفرما نہ ہو تو پھر ان میں سے راجح کا تعین کیا جائے گا اور مرجوح کو چھوڑ دیا جائے گا اس مقالہ میں ترجیح کی پہلے لغوی اور اصطلاحی وضاحت کی گئی ہے اور پھر امام شافعی کا ترجیح دینے کا اسلوب بیان کیا گیا ہے۔

ترجیح کا لفظ رَجَّحَ سے مصدر ہے جس کا معنی میلان، رغبت، رجحان اور بھاری ہونا کے معانی سے عبارت ہے جیسے کہا جاتا ہے رجح المیزان یرجح رجوحاً ورجحاناً ای مَالَ [1] جب ترازو ایک طرف جھک جاتا ہے تو کہا جاتا ہے رجح المیزان ای مَالَ اس میں مائل ہونے کے علاوہ بھاری ہونے کا بھی مفہوم نکلتا ہے کہ بھاری ہونے کی وجہ سے وہ ایک طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ اہل عرب وزنی خاتون کے لئے امرأة راجح ایْ ثقیلة کہتے ہیں[2]

امام ابو داؤد آپ ﷺ کی حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ایک وزن کرنے والے سے آپ ﷺ نے فرمایا، زن و ارجح [3] وزن کر اور پلڑا جھکا کے رکھ۔ اس حدیث پاک میں بھی اَرْجِحْ یعنی ترجیح کا معنی جھکاؤ رکھنا بیان ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ترجیح کے لغوی معانی بھاری، ثقیل، میلان رکھنا اور جھکاؤ رکھنا کے ہیں۔

دو یا دو سے زیادہ روایات میں سے کسی ایک روایت کو دوسری روایت کے مقابلے میں غالب قرار دینا ترجیح کہلاتا ہے اس کی اہل علم نے اپنے اپنے انداز سے مختلف تعریفات کی ہیں۔ مثلاً علامہ آمدی اس بارے میں فرماتے ہیں، عبارة عن اقتران احد الصالحین للدلالة علی المطلوب مع تعارضهما بما یوجب العمل به واهمال الآخر[4] "ترجیح سے مراد تعارض کے ساتھ مطلوب پر دلالت کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ کسی ایسے قرینے کا مل جانا جس سے ایک پر عمل اور دوسری کو ترک کیا جاسکے۔"

اس تعریف میں دو متعارض چیزوں کی شرط لگائی گئی ہے دوسرا یہ کہ وہ دونوں مطلوب پر دلالت کرنے کی

---

[1]۔ مجدد الدین فیروز آبادی ، "القاموس المحیط" ،مؤسسة الرسالة،1426، 1: 221

[2]۔ ابن منظور افریقی ، " لسان العرب" ،دار صادر، بیروت، س ن، 2: 445

[3]۔ حدیث کا متن یہ ہے حدَّثني سويدُ بن قيسٍ، قال: جَلَبْتُ أنا ومَخْرَفَةُ العبْديُّ بَزّاً من هَجَر، فأتينا به مكَّة، فجاءَنا رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - يمشي، فساومَنا بسراويلَ، فبعناه، وثمَّ رجلٌ يزِنُ بالأَجْر، فقال له رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم : "زِنء وأَرْجِحْ" (سنن أبي داود ،تحقيق الأرنؤوط باب في الرجحان في الوزن، والوزن بالأجر , 5: 225

[4]۔ آمدی، "الاحکام فی اصول الاحکام" ، المکتب الاسلامی ،بیروت،ت ن،4: 460

صلاحیت رکھتی ہوں ان میں سے ایک پر عمل کرنے سے دوسری کا ترک کرنا لازم آئے تو پھر ان میں ترجیح دی جائے گی ورنہ نہیں۔

امام شوکانی نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔تقوية احدالطرفين على الآخر ليعلم الاقوى فيعمل به [1] دو دلائل میں سے ایک دلیل کو دوسری پر قوی قرار دینا تاکہ اسے قابل عمل قرار دیا جائے۔امام سعد الدین تفتازانی الشافعی[2] لکھتے ہیں بيان الرجحان ، اى القوة التى لاحد المتعارضين على الآخر [3]"ترجیح سے مراد ہے دو متعارض چیزوں میں سے ایک کے دوسری پر قوی ہونے کا بیان کرنا۔"

سید شریف جرجانی نے ترجیح کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔اثبات مرتبة فى احد الدليلين على الآخر [4] "ترجیح سے مراد دو دلائل میں سے کسی ایک دلیل کا مرتبہ دوسری پر ثابت کرنا ہے"۔اس سے ملتے جلتے الفاظ میں یہ تعریف بھی کی گئی ہے تقوية احد الدليلين بوجه معتبر و قيل التقوية لاحد المتعارضين [5]"کسی معتبر دلیل کے ذریعے دو دلیلوں میں سے کسی ایک کو قوی قرار دینا ترجیح کہلاتا ہے۔"ابن امیر الحاج[6] نے ترجیح کی یہ تعریف ذکر کی ہے۔اظهار زيادة احد المتماثلين المتعارضين على الآخر بمالايستقل حجة لو انفرد [7]دو متماثل اور متعارض روایات میں سے ایک کو دوسری پر فوقیت دینا ترجیح کہلاتا ہے۔

---

[1]۔ شوکانی، "ارشاد الفحول"، مطبعة السعادة، مصر ،الطبعة الاولى،١٣٢٧ھ ،ص 241

[2]۔ ان کا پورا نام مسعود بن عمر بن عبد اللہ سعد الدین تفتازانی ہے آپ تفتازان میں 711ھ کو پیدا ہوئے اور سمرقند میں 793ھ کو وفات پائی ان کی اہم تالیفات میں التلویح علی التوضیح ہے۔(شذرات الذھب،8:547)

[3]۔ سعد الدين تفتازانى، مسعودبن عمر "التلويح على التوضيح " ، دارالكتب العلميه ، بيروت ، ت ن، :1032

[4]۔الجرجانى ،على بن محمد،سيد شريف ،"معجم التعريفات"تحقيق محمد صديق منشاوى،دار الفضيله،قاہره، ت ن ، ص :51

[5]۔ محمود عبد الرحمان عبد المنعم ،"معجم المصطلحات و الالفاظ الفقهية" ،دار الفضيله،قاہره ، ت ن ، ص: 454

[6]۔ ان کا پورا نا محمد بن محمد، المعروف ابن أمیر الحاج ہے سن پیدائش 825 ہے سن وصال 879ھ ہے ان کی معروف تصانیف میں التقرير والتحبير شرح كتاب التحرير لابن الهمام في أصول الفقه ہے(شذرات الذهب(9:490)الأعلام7:49)

[7]۔ ابن امير الحاج،" التقرير والتحبير"،دار الكتب العلميه ،بيروت،الطبعة الاولى،١٤١٩ھ،3:17

مذکورہ تعریفات پر اہل علم کی طرف سے اعتراضات کیے گئے ہیں[1] لیکن جو سب سے پہلے تعریف بیان کی گئی ہے جسے امام آمدی نے بیان کیا ہے وہ سب سے بہتر تعریف ہے کیونکہ اس پر زیادہ اعتراضات نہیں ہیں صرف یہ اعتراض ہے کہ اس میں انہیں اظهار القوة لاحد الدليلين على الآخر کا بھی ذکر کرنا چاہئے تھا لیکن دیکھا جائے تو انہوں نے قوی کی جگہ صالح کا لفظ استعمال کیا ہے جو اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

امام شافعی نے ترجیح بین النصوص کے بارے میں جو کام کیا ہے درج ذیل سطور میں اس کی چند امثلہ زیر بحث لائی گئی ہیں جن سے امام شافعی کے منہج کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ مختلف مضمون اور مختلف مفہوم ظاہر کرنے والی احادیث کو انہوں نے کس انداز سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بحث سے امام شافعی کی احادیث کے بارے میں فنی مہارت کا علم بھی ہوتا ہے اور امام شافعی کے طریقہ استدلال سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ امام شافعی کی وجوہ ترجیح میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ اختلاف سے پاک ہونا

امام شافعی متعارض روایات میں سے اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو مختلف فیہ نہ ہو اور جو مختلف فیہ ہو اسے مرجوح قرار دیتے ہیں جیسے امام شافعی نبی ﷺ سے تیمم کا طریقہ دو مختلف روایات کے ذریعے بیان کرتے ہیں اور پھر اس پر ممکنہ طور پر اختلاف کو دور کرنے کے مختلف اصول استعمال کرتے ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں تیمم کا جو طریقہ بیان ہوا اس میں کندھوں تک بازوؤں کا مٹی سے مسح کرنا ثابت ہوتا ہے[2] اور دوسری روایت حضرت ابن صمہ رضی اللہ عنہ[3] سے ہے جس میں صرف چہرے اور بازوؤں کا ذکر ہے[1]۔ امام

---

[1]۔ اعتراضات وجوابات کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے دیکھئے: الاحکام" للآمدی462:4، التعارض والترجيح للبرزنجي80:1، التعارض والترجيح للحفناوی، ص 279

[2]۔ أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ قَالَ: «فَتَيَمَّمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى الْمَنَاكِبِ» (شافعی،"اختلاف الحديث"،باب التيمم، ص 65

[3]۔ ان کا مکمل نام خراش بْن الصمة بْن عمرو بن الجموح بْن زيد بْن حرام بْن كعب بْن غنم بْن كعب بْن سلمة الأنصاري الخزرجي السلمي ہے انہوں نے بدر اور احد میں شرکت کی اور بدر کے دن ان کے پاس دو گھوڑے تھے اور احد میں انہیں دس زخم لگے (أسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ، لعلی بن أبی الکرم محمد بن محمد الجزري، عزالدین ابن الأثیر(المتوفی: 630ھ)،دار الكتب

شافعی اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے پہلے ان میں ناسخ اور منسوخ ہونے کا ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں وَلَوْ كَانَ حَدِيثُ ابْنُ الصِّمَّةِ مُخَالِفًا حَدِيثَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ غَيْرَ بَيِّنٍ أَنَّهُ نَسَخَهُ، كَانَ حَدِيثُ ابْنُ الصِّمَّةِ أَوْلَاهُمَا أَنْ يُؤْخَذَ بِه[2] اور اگر ابن صمہ کی حدیث جو حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مخالف ہے کے بارے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ اسے منسوخ کرتی ہے تو ابن صمہ رضی اللہ عنہ کی روایت قابل ترجیح ہے۔

گویا نسخ کے ثابت نہ ہونے کے بعد امام شافعی ،ابن صمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں اور پھر اس کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وضوء میں چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے اور سر اور پاؤں کا مسح کرنے کا حکم دیا ہے پھر تیمم میں سر اور پاؤں کو چھوڑ دیا اور چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کا حکم دے دیا اور یدین کا اطلاق ہتھیلیوں اور بازوؤں کے علاوہ کہنیوں پر بھی ہوتا ہے۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کی ایک اور روایت ان کی اس اپنی روایت کے خلاف ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنے کا حکم دیا۔[3]

گویا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک طرف آیت تیمم کے موقع پر اپنا تیمم کرتے ہوئے مناکب کا لفظ استعمال کر رہے ہیں اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ سے چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم بیان کر رہے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر نزول آیت تیمم کے وقت کئے جانے والے تیمم کو حضرت عمار بن یاسر منسوخ نہیں سمجھتے تو ان کی روایت اپنے عمل کے خلاف ثابت ہو رہی ہے گویا اس روایت میں اختلاف پایا جارہا ہے دوسری طرف اس کے مقابلہ میں جو روایت ہے اس میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے اسے ترجیح حاصل ہو گی اس کے علاوہ اس روایت کو قرآنی آیت سے موافقت بھی حاصل ہے[4]

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی اختلافی روایت پر بغیر اختلاف والی روایت کو قابل ترجیح قرار دیتے ہیں اور اس

العلميه،الطبعه: الأولى،1415ھ - 1994 م،161:2) الطبقات الكبرى،ابن سعد (المتوفى: 230ھ)،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى، 1410 ھ 425:3

[1]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب التیمم، ص :65

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً

[4]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب التیمم، ص :65

کے لئے فاولی ان یوخذ بھا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

روایت کا جامع ہونا

دوسری وجہ ترجیح روایت کا جامع ہونا ہے یعنی متعارض روایات میں سے جو روایت جامع ہو اسے امام شافعی ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ سے تشہد میں پڑھے جانے والے کلمات کی مختلف روایات ملتی ہیں تشہد میں پائے جانے والے اختلاف کو امام شافعی نے "باب فی التشہد" میں بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جیسے ہمیں قرآن مجید کی کوئی سورۃ سکھاتے تھے آپ ﷺ (تشہد میں) پڑھا کرتے تھے۔ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ[1]

امام شافعی کا تجزیہ

امام شافعی فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے مختلف الفاظ میں تشہد بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ان الفاظ کی مخالفت پائی جاتی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے بالکل مختلف الفاظ کے ساتھ تشہد بیان کیا ہے لیکن یہ سب ایک حوالے سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے متشابہ بھی ہیں اور سب کا ثبوت بھی موجود ہے لیکن اختلاف کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ بعض اوقات کسی جماعت کو اور بعض اوقات انفرادی طور پر تشہد سکھاتے تھے تو صحابہ میں سے کسی نے ایک لفظ یاد رکھ لیا کسی نے دوسرا جو پہلے سے مختلف تھا لیکن معنی کے اعتبار سے سب کے ایک ہونے کی وجہ سے نبی مکرم ﷺ نے ان سب کی اجازت دے دی کیونکہ سب کا مقصد اور مدعیٰ ایک تھا۔ یعنی اللہ کی عظمت، اس کا ذکر، تشہد اور نبی پاک ﷺ پر درود پاک کا پڑھنا۔

پھر امام شافعی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد کو باقی پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ

---

[1] ۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب فی التشہد، ص:44

بتاتے ہیں کہ لِأَنَّهُ أَتَمُّهَا، وَأَنَّ فِيهِ زِيَادَةً عَلَى بَعْضِهَا: الْمُبَارَكَاتُ[1] "کیونکہ یہ تشہد مکمل ہے اور اس میں باقی کی نسبت زیادہ الفاظ ہیں مثلاً المبارکات (زائد ہے)"

گویا امام شافعی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تشہد کو باقی بیان کردہ تشہد سے قابل ترجیح قرار دیتے ہیں اور اس کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کا بیان کردہ تشہد مکمل ہے اور اس میں الفاظ زیادہ ہیں۔

اسی طرح سورج اور چاند گرہن کی نماز کے بارے میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ نماز بھی عام نماز کی طرح پڑھی جائے گی یا اس میں ہر رکعت میں دو دو رکوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی جائے گی۔ امام شافعی پہلے وہ روایت ذکر کرتے ہیں جس میں رسول پاک ﷺ نے یہ نماز دو دو رکوع کے ساتھ ادا فرمائی مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کرتے ہیں یہ الفاظ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ہیں کہ وہ فرماتی ہیں۔ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى النَّبِيُّ فَحَكَتْ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رُكُوعَانِ[2] "سورج کو گرہن لگ گیا تو نبی ﷺ نے یہ نماز پڑھی، پھر (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) اس کی تفصیل بتائی "کہ بے شک آپ ﷺ نے دو رکعات پڑھیں ہر رکعت میں دو دو رکوع کیے۔"

امام شافعی کا نقطہ نظر

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان روایات کے پیش نظر ہمارا یہ موقف ہے کہ جب سورج اور چاند کو گرہن لگ جائے تو امام لوگوں کو دو رکعات ہر ایک گرہن لگنے پر پڑھائے اور ہر رکعت میں دو دو رکوع کرے اور اگر امام نہ پڑھائے تو لوگ انفرادی طور پر اس طرح دو رکعات پڑھ لیں۔ اپنا مؤقف بیان کرنے کے بعد امام شافعی باب الخلاف فی ذالك کے تحت اپنے خلاف موقف کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ ابو بکرۃ[3] سے مروی ہے۔ "أَنَّ النَّبِيَّ

1۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب فی التشہد، ص:44

2۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب صلاۃ کسوف الشمس القمر، ص :136

3۔ ان کا پورا نام نفیع بن الحارث بن کلدۃ بن عمرو بن علاج بن أبي سلمۃ بن عبد العزی بن غیر بن عوف بن ثقیف الثقفي ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ابن مسروح ہیں جو الحارث بن کلدۃ کے غلام تھے اور ان کی والدہ سمیہ بھی الحرث بن کلدۃ کی جاریہ تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ یوم طائف میں رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے اور ابو بکرہ کی کنیت ملی اور آپ ﷺ نے انہیں آزاد کرایا۔(أسد الغابہ فی

صَلَّى فِي الْكُسُوفِ رَكْعَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ صَلَاتِكُمْ هَذِهِ"[1] بے شک نبی مکرم ﷺ نے سورج گرہن کے وقت دو رکعت نماز پڑھی جیسے عام نماز پڑھتے ہیں۔

وجہ ترجیح

امام شافعی اس کو ذکر کرنے کے بعد اپنے نقطہ نظر کی مزید تائید کرتے ہوئے یہ اصول بیان کرتے ہیں کہ جب اختلاف الحدیث ظاہر ہو تو ان میں سے جس حدیث میں الفاظ کی زیادتی پائی جائے تو وہ قابل ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ زیادہ مستند ہے اور جس میں نقص یا کمی ہے وہ قابل ترجیح نہیں ہے پھر اس حوالے سے دیگر اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کرتے ہیں اور آخر میں نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ اپنے موقف کی موئید روایات کو قابل ترجیح قرار دیتے ہوئے دوسری احادیث کو قابل استدلال نہیں سمجھتے۔ امام شافعی کا انداز بیان مکالمہ کی طرح ہوتا ہے کہ قال سے اپنے مخالف کی بات بیان کرتے ہیں اور قلت سے اپنا موقف واضح کرتے ہیں۔ زیادہ تر مقامات پر یہی اسلوب نظر آتا ہے۔

استنادِ روایت

اس حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس نقطہ نظر کے حاملین کے پاس وہ روایت دلیل ہے جس میں کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز فاسد ہونے کا بیان ہے۔

امام شافعی کے نزدیک نمازی کے سامنے سے گزرنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہیں ہوتی ان کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں رسول پاک ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر آتے ہیں اور گدھے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور خود صف میں آگے سے گزرتے ہوئے شامل ہو جاتے ہیں اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔[2]

معرفه الصحابه،لعلی بن أبي الكرم محمد بن محمد الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630هـ)،دار الكتب العلميه،الطبعه: الأولى،1415هـ - 1994 م)

[1]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب صلاۃ کسوف الشمس والقمر، ص 136

[2]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب فی المرورین یدی المصلی، ص:97

امام شافعی کے دلائل

امام شافعی فرماتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز ٹوٹنے والی حدیث کی نسبت باقی روایات زیادہ پایہ ثبوت والی ہیں اور یہ قرآن مجید کے ظاہر سے بھی ٹکراتی ہے اس لئے اسے چھوڑ دیں گے اور دوسری روایات جن میں نماز فاسد نہ ہونے کا بیان ہے اس پر عمل کریں گے۔ کیونکہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ اور قبلہ کے درمیان ہوتی تھیں اور حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اگر ایسے نماز ٹوٹ جاتی تو آپ ﷺ ہرگز ایسا نہ کرتے۔[1]

امام شافعی قرآن مجید سے بھی استشہاد کرتے ہوئے دلیل پیش کرتے ہیں کہ نماز پڑھنے والے کی نماز کسی دوسرے شخص یا چیز سے ٹوٹنا قرآنی آیت کے منشا کے بھی خلاف ہے اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے {وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ}[2] کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

خلاصہ

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ امام شافعی مختلف احادیث بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے کسی کو دوسری روایت پر ترجیح دیتے ہیں یہاں امام شافعی نے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز نہ ٹوٹنے کی روایات پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مخالف روایت کو حدیث واحد کہہ کر رد کردیا ہے اور باقی احادیث کے مطابق نماز نہ ٹوٹنے کا حکم لگایا ہے۔

حق شفعہ کا اختلاف

امام شافعی حق شفعہ کے بارے میں دو روایات بیان کرتے ہیں جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ شفعہ اس چیز میں کیا جاسکتا ہے جو قابل تقسیم نہ ہو اگر وہ قابل تقسیم ہے تو اس میں شفعہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر بطور دلیل حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو پیش کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] ۔شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب فی المرورین یدی المصلی، ص:97

فرمایاالشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ[1]"جن چیزوں کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے ان میں شفعہ ہو سکتا ہے پس جب حدود واقع ہو جائیں تو ان میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد ایک اور روایت اسی معنی میں بیان کر کے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں اور پھر اس مؤقف کے خلاف وارد احادیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو رافع [2] سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ"[3] پڑوسی اپنی قرابت کی وجہ سے زیادہ حق دار ہو تا ہے۔"اس روایت کے ساتھ مزید یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابو رافع کا ایک کمرہ کسی آدمی کے گھر کے اندر تھا تو ان کو چار سو روپے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کے آٹھ سو ملتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ-ہمسایہ اپنی قرابت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔"اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہمسائے کو بھی شفعہ کا حق حاصل ہو تا ہے لیکن امام شافعی اسے تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

پھر امام شافعی اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے دلائل دیتے ہیں کہ صرف ایسی چیز پر ہی شفعہ ہو سکتا ہے جس کو تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو اور اگر حد بندی ہو سکتی ہے تو پھر اس میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اپنی مؤید روایات کو ان الفاظ کے ساتھ ترجیح دیتے ہیں فَكَانَ أَوْلَى الْأَحَادِيثِ أَنْ يُؤْخَذَ بِهِ عِنْدَنَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ لِأَنَّهُ أَثْبَتُهَا إِسْنَادًا، وَأَبْيَنُهَا لَفْظًا عَنِ النَّبِيِّ، وَأَعْرَفُهَا فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الْمُقَاسِمِ وَغَيْرِ الْمُقَاسِمِ [4]"تو ہمارے نزدیک ان احادیث سے استنباط کرنا زیادہ بہتر ہے واللہ اعلم کیونکہ یہ سند کے اعتبار سے مستند ہیں نبی ﷺ کے الفاظ کو واضح کرنے اور قابل تقسیم اور نا قابل تقسیم کے فرق کو بیان کرنے والی ہیں۔"

---

[1]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب الشفعه،ص: 159

[2]۔ ان کا نام ابراہیم ابو رافع ہے ایک قول کے مطابق ھرمز اور علی بن المدینی اور مصعب کے بقول ان کا نام ان کا نام اسلم ہے ایک قول کے مطابق ان کا نام ثابت ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے اور قبطی تھے یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے انہیں ھبہ کر دیا انہوں نے مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اپنا مسلمان ہونا پوشیدہ رکھا انہوں نے احد اور خندق میں شرکت کی 40ھ میں وصال ہوا۔ اسد الغابہ، 156:1

[3]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب الشفعه، ص: 159

[4]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"،باب الشفعه، ص: 159

گویا امام شافعی اس مسئلہ میں اپنی تائید میں مروی روایات کو مخالف نقطہ نظر کی توثیق کرنے والی روایات پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح روایات کا سنداًاور معناً زیادہ مستند اور واضح ہونا ہے۔

کثرتِ رواۃ

امام شافعی اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس کے رواۃ زیادہ ہوں اس کی مثال رفع یدین ہے۔ امام شافعی باب رفع الایدی فی الصلوۃ کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَمَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ [1] "میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز کا آغاز فرماتے تو اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے) اور دو سجدوں کے درمیان ہاتھ بلند نہ کرتے تھے۔"

اس کے بعد دیگر روایات بیان کرتے ہوئے اپنا موقف ذکر کرنے کے بعد ان روایات کو اس کی مخالف روایات پر ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں "وَبِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ تَرَكْنَا مَا خَالَفَهَا مِنَ الْأَحَادِيثِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ لِأَنَّهَا أَثْبَتُ إِسْنَادًا مِنْهُ، وَأَنَّهَا عَدَدٌ، وَالْعَدَدُ أَوْلَى بِالْحِفْظِ مِنَ الْوَاحِدِ"[2] "تو ان احادیث کی وجہ سے اس کی مخالف روایات کو ہم نے ترک کر دیا کیونکہ یہ سند کے اعتبار سے بھی مستند ہیں اور تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں زیادہ تعداد (روایات کو) یاد رکھنے میں ایک شخص سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی سند کے اعتبار سے مستند روایات کو ترجیح دیتے ہیں دوسرا عدد کثیر کی بناء پر بھی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ بات ان کے اپنے اختیار کردہ اصول کے خلاف ہے کہ اگر روایات میں ناسخ اور منسوخ کا ثبوت مل رہا ہو تو پھر اسے اختیار کرنا چاہئے ترجیح آخر میں دی جانی چاہیے جیسا کہ انہوں نے طریقہ تیمم میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ابن صمہ رضی اللہ عنہ کے تضاد کو دور کرتے ہوئے بیان کیا ہے[3]

---

[1]۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب رفع الایدی فی الصلاۃ، ص:97

[2]۔ ایضاً، ص :127

[3]۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب التیمم، ص :65

قربتِ راوی

راوی کی رسول اللہ ﷺ سے قربت کی وجہ سے بھی اس کی روایت کو امام شافعی ترجیح دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جیسے اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس حالت میں رمضان میں صبح کرتا ہے کہ وہ حالت جنابت میں ہے تو کیا وہ اس دن کا روزہ رکھے یا نہیں ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ اس دن روزہ نہیں رکھے گا۔ اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا أَفْطَرَ ذَلِكَ الْيَوْم [1] جس نے حالتِ جنابت میں صبح کی تو وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

اس کے مقابلے میں دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ناپاکی کی حالت میں صبح کرنے والا روزہ رکھے گا اور اس پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے جس میں عمل نبوی ﷺ پیش کیا گیا ہے کہ حالتِ جنابت میں حضور نبی مکرم ﷺ غسل کر کے روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔[2]

دلائل

امام شافعی دونوں روایات کو ذکر کرنے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث کو قابل حجت قرار دیتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترک کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی ازواج میں شامل ہیں اور صورت مسئلہ میں ان کی بات کسی اور شخص کی بات سے زیادہ معتبر ہے۔

دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احادیث یاد رکھنے میں فوقیت رکھتی ہیں اور حضرت ام سلمی حافظہ تھیں اس لئے بھی ان کی روایت قابل ترجیح ہے۔

تیسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ روزہ رکھنے والی روایت دو ازواج مطہرات سے مروی ہے اور نہ رکھنے والی روایت ایک راوی سے مروی ہے اس لئے بھی حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایت قابل ترجیح ہے۔ فرماتے ہیں وَزَوْجَتَاهُ أَعْلَمُ بِهَذَا مِنْ رَجُلٍ إِنَّمَا يَعْرِفُهُ سَمَاعًا أَوْ خَبَرًا، وَمِنْهَا أَنَّ عَائِشَةَ مُقَدَّمَةٌ فِي الْحِفْظِ، وَأَنَّ أُمَّ

---

[1]۔ شافعی، "اختلاف الحديث"، باب من اصبح جنبا فی رمضان، ص :141

[2]۔ ایضاً

سَلَمَةَ حَافِظَةَوَرِوَايَةُ اثْنَيْنِ أَكْثَرُ مِنْ رِوَايَةِ وَاحِدٍ ([1])" آپ ﷺ کی ازواج اس آدمی سے زیادہ جانتی ہیں کہ جس نے سن کر معلومات حاصل کی ہیں اور بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قوت حافظہ میں بھی مقدم ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حافظہ ہیں اور دو راویوں کی روایت ایک کی روایت سے زیادہ (معتبر) ہے"

خلاصہ

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی ایسے راوی کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو مروی عنہ کے قریب ہو اور جو قوت حافظہ کے اعتبار سے بہتر ہو اس کے ساتھ ساتھ دو افراد کی روایت ایک فرد کے مقابلے میں بھی قابل ترجیح قرار دیتے ہیں اس کے بعد قیاس کے ذریعے بھی امام شافعی اس موقف کی تائید کرتے ہیں کہ جب روزے دار کو احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ اسے روزہ پورا کرنے کا حکم ہے تو ایسے ہی غسل کے وجوب کے ساتھ روزہ نہیں ٹوٹنا چاہئے۔

مقدم الصحبۃ

اگر راوی کی رسول اللہ ﷺ سے صحبت دوسرے راوی سے مقدم ہے تو اسکی بیان کردہ روایت کو امام شافعی ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ محرم کے نکاح کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا وہ حالتِ احرام میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں امام شافعی اس حوالے سے یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ محرم حالتِ احرام میں نکاح نہیں کر سکتا پہلے اس کے حق میں مروی آثار ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا الْمُحْرِمُ لَايَنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ [2] "محرم نہ نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح بھیجے۔" بعض الفاظ کی زیادتی کے ساتھ ایک اور روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے کے بعد امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں ایک روایت حضرت میمونہ کے قرابت دار سے مروی ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ مَيْمُونَةَ مُحْرِمًا [3] "بے شک نبی مکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح کیا۔"

---

[1]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب من اصبح جنبا فی رمضان،ص 141

[2]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب نکاح المحرم، ص :145

[3]۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب نکاح المحرم، ص :145

یہ حدیث پہلی احادیث کے خلاف ہے جن میں حالتِ احرام میں نکاح سے منع فرمایا گیا ہے۔ امام شافعی حضور اکرم ﷺ کے حضرت میمونہ کے ساتھ حالت احرام میں نکاح کرنے والی روایت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مقدم الصحبۃ ہیں یعنی شروع سے نبی مکرم ﷺ کی مصاحبت میں رہنے والے ہیں جس روایت میں حالتِ احرام میں نکاح کرنا بیان ہوا ہے اس کے راوی کی صحبت نبی پاک ﷺ سے اس سفر کے بعد ہوئی جس میں آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ ایسی روایت جس میں اتصال ہو اور شک کا اظہار نہ ہو وہ اپنی مقابل روایت سے اولی ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت قابل استناد ہے کیونکہ اس میں اتصال پایا جاتا ہے اور شک بھی نہیں پایا جاتا۔[1]

اعتراض کا جواب

امام شافعی 'فان قیل' سے ایک اعتراض اور اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو روایت حالتِ احرام میں نکاح کے جواز پر پیش کی گئی ہے وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے قرابت دار کی روایت ہے جو نکاح کے بارے میں زیادہ معلومات رکھتے ہونگے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یزید بن اصم[2] حضرت میمونہ رضی اللہ عنھا کے بھتیجے ہیں جو قرابت داروں میں شامل ہیں اسی طرح سلیمان بن یسار بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اولیاء میں شامل ہیں اور وہ بھی اس نکاح کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں ان دونوں کی بیان کردہ روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح نہیں ہوا لہٰذا قرابت دار ہونے کی حیثیت سے نکاح محرم کے جواز والی حدیث

---

[1]۔ شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب نکاح المحرم، ص:145

[2]۔ ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے یزید بن عبد عَمْرو بن عدس بن معاویہ بن البکاء بن عَامر بن ربیعہ بن عَامر بن صعصعہ، ابُو عوف العامری، یہ ام المومنین میمونہ بنت حارث کے بھانجے ہیں انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایات بیان کی ہیں ان کا وصال 103 یا104 ھ میں ہوا۔(أسد الغابه في معرفه الصحابه لابو الحسن على بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الاثير (المتوفى: 630ه) دار الكتب العلميه،1415ه - 1994 م،443:5)

قابل ترجیح نہیں ہے۔[1] امام شافعی اس کے بعد حتمی طور پر اپنا موقف بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی حالتِ احرام میں نکاح کرے یا کروائے تو اس کا نکاح فسخ سمجھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح محرم سے منع فرمایا ہے۔

محفوظ روایت

اس بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں کہ کیا میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی "باب فی بکاء الحی علی المیت" کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر تبصرہ نقل کرتے ہیں کہ جب ابن عمر کا یہ قول ان کے سامنے بیان کیا گیا إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ[2] "زندہ شخص کے رونے سے مردے کو عذاب دیا جاتا ہے۔"تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں یہ نہیں کہتی کہ ابن عمر نے جھوٹ بولا ہے بلکہ ان سے غلطی ہوگئی ہو گی یا وہ بھول گئے ہونگے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مردہ یہودیہ کے پاس سے ہوا جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا"إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا، وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا"[3] کہ بے شک یہ اس (یہودیہ کے مرنے) پر رو رہے ہیں حالانکہ اسے اس کی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔ اس کے بعد ایک اور روایت حضرت ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میت پر رونے کی وجہ سے مردے کو عذاب ملنے والی روایت بیان کرتے ہیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور ان کا یہ نقطہ نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کافر کے عذاب میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اضافہ کر دیا جاتا ہے۔[4]

اس پر امام شافعی تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو محفوظ قرار دیتے ہوئے قابل ترجیح سمجھتے ہیں اور اس پر آیت قرآنی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

1۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب نکاح المحرم، ص :145

2۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب فی بکاء الحی علی المیت، ص :143

3۔ شافعی،"اختلاف الحدیث"، باب فی بکاء الحی علی المیت، ص 163

4۔ ایضا

﴿أُخْرَىٰ﴾(1) کوئی ایک دوسرے کا وزن نہیں اٹھائے گا اور ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾(2) انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾(3) تو جس نے ذرہ برابر بھی بھلائی کی وہ اس کو پالے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی تو اس کو پالے گا اور فرمان الٰہی ﴿لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾(4) تاکہ ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔
آیات کو بطور استشہاد ذکر کرنے کے بعد امام شافعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والی راویہ عمرہ (5) کے بارے میں فرماتے ہیں وہ ابن ابی ملیکہ (6) سے یاد رکھنے کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہیں(7) لہٰذا اس کو ترجیح دیتے ہوئے اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ میت کو اس کے اوپر رونے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بحث سے یہ نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں کہ:

- امام شافعی روایات میں سے اس روایت کو ترجیح دینے کے قائل ہیں کہ جس میں اختلاف نہ پایا جاتا ہو جیسا کہ تیمم کے بارے میں موجود روایات میں امام شافعی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایات کو اس وجہ سے مرجوح قرار دیا کہ ان میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔
- بعض اوقات امام شافعی کسی روایت کو دوسری روایت پر اس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ وہ زیادہ جامع ہے اور اس کے الفاظ بھی زیادہ ہیں، جس کی مثال تشہد کے الفاظ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی

---

[1]۔ الانعام 6 :164

[2]۔ نجم 53:39

[3]۔ الزلزال 8:99

[4]۔ طه 10:15

[5]۔ عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد بن زرارہ انصاریہ ہیں اور انہوں نے اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا یہ ثقہ ہیں ان کا انتقال ۱۰۰ ہجری سے قبل ہوا ایک قول کے مطابق اس کے بعد ہوا- تقریب التہذیب، ص:750

[6]۔ ان کا نام عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہے یہ صحابی رسول ہیں ان کے بیٹے عبد اللہ فقیہ تھے اور اپنے والد سے روایت کرتے تھے۔ أسد الغابہ لابن الاثیر الجزری 527:3

[7]۔شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب فی بکاء الحی علی المیت، ص:163

روایت ہے جسے وہ جامع قرار دیتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز کے بارے موجود متضاد روایات میں بھی یہی اصول اپنایا ہے۔

- نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وجہ سے نماز نہیں ٹوٹتی امام شافعی نماز کے نہ ٹوٹنے والی روایات کو اس کی مخالف روایات پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کے نہ ٹوٹنے والی روایات ان کے نزدیک زیادہ اثبت (مستند) ہیں اور انہیں قرآنی آیت کی تائید بھی حاصل ہے۔ امام شافعی حق شفعہ کے اختلاف کو بھی اسی اصول کے تحت دور کرتے ہیں۔
- بعض اوقات امام شافعی ان روایات کو قابل ترجیح قرار دیتے ہیں جن کو روایت کرنے والے کثیر تعداد میں ہوں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ کم تعداد کی نسبت زیادہ تعداد والے راوی روایت کو اچھی طرح یاد رکھ سکتے ہیں۔
- اس کے علاوہ امام شافعی کسی روایت کو اس وجہ سے قابل ترجیح قرار دیتے ہیں کہ اس کے راوی کی رسول پاک ﷺ سے قربت ہے جبکہ مرجوح راوی کو وہ قربت حاصل نہیں جیسا کہ حالت جنابت میں صبح کرنے والے کے بارے میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کو اس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ جو قربت امہات المؤمنین کو حاصل تھی وہ دیگر صحابہ کو حاصل نہ تھی۔
- امام شافعی کسی روایت کو اس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ اس کا راوی مقدم الصحبۃ ہونے کا اعزاز رکھتا ہے جبکہ دوسری روایت کا راوی وہ درجہ نہیں رکھتا جیسے محرم کے نکاح نہ کرنے کے حوالے سے مروی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ مقدم الصحبۃ ہیں۔